حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث پر زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

۱۔"حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّلاَةِ إِلَّا فِي الِافْتِتَاحِ"۔"حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے کسی بھی جزء میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے ابتداءِ نماز کے"۔(شرح المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۷، رقم الحدیث ۱۳۶۳؛ نصب الرایۃ: ج۱، ص۴۰۶، رقم ۱۷۳۰)

۲۔"حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَسْتَفْتِحُ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا"۔"حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز

کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے"۔(رواۃ ابن اَبی شیبۃ فی المصنف وسند صحیح علی شرط الشیخین: ج۲، ص۵۹)

۳۔"حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ: قُلْت لِإِبْرَاهِيمَ (حَدِيثُ وَائِلٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ إذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ الرُّكُوعِ؟ فَقَالَ إنْ كَانَ وَائِلٌ رَآهُ مَرَّةً يَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَدْ رَآهُ عَبْدُ اللَّهِ خَمْسِينَ مَرَّةً، لاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ"۔"سفیان مغیرہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ وائل بن حجر کی روایت میں ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو ابرہیم نے جواب دیا، اگر وائلؓ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے تو ابن مسعودؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پچاسوں مرتبہ ہاتھ نہ اٹھاتے دیکھا"۔(شرح المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۴، رقم الحدیث ۱۳۵۱)

۴۔"حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: دَخَلْت مَسْجِدَ حَضْرَمَوْتَ، فَإِذَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَبَعْدَهُ۔ فَذَكَرْت ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَغَضِبَ وَقَالَ رَآهُ هُوَ وَلَمْ يَرَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه وَلاَ أَصْحَابُهُ"۔"عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں "حضر موت" کی مسجد میں گیا، وہاں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت علقمہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے یہ حدیث سنا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل، اور بعد از رکوع رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ تو یہ حدیث سن کر میں ابراہیم النخعی کے پاس آیا اور یہ حدیث سنا کر اس کے متعلق ان سے پوچھا۔ تو وہ یہ حدیث سن کر غصہ میں آ گئے۔ اور کہنے لگے کہ: وائل بن حجرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان کے ساتھی نہ دیکھ سکے۔(شرح المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۴، رقم الحدیث ۱۳۵۲)

"بسندیهما من طریق زید بن انیسة، عن حماد بن زید، عن ابراهیم، عن ابن مسعود قال، سنده حسن كما قال الالبانی فی احكام الجنائز: ص۱۲۷؛ وقال الهیثمی فی مجمع الزوائد: ج۳، ص۳۴؛ رواه الطبرانی ورجاله ثقات؛ وقال النووی فی المجموع: ج۵، ص۲۳۵، اسناد جید؛ وقال المحقق زهیر شاویش

وشعیب ارناؤط فی ھامش شرح السنۃ للبغوی: ج۵، ص۳۴۶–۳۴۷، حدیث حسن؛ وقال المحققان شعیب أرناؤط وعبد القادر ارناؤط فی حاشیۃ زاد المعاد: ج۱، ص۴۹۱، اسنادہ حسن؛ وقال الدکتور محمد ضیاء الرحمن اعظمی فی المنۃ الکبری: ج۳، ص۶۵، ھذا الحدیث حسن وللحدیث شواھد أخری؛ کما قال بہ جماھیر المحدثین"۔

ان محققین علمائے کرام کے تحقیقی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کم از کم حسن درجہ میں ہے اور حدیث حسن سے استدلال درست ہے۔

مندرجہ بالا احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے کسی ایک راوی پر بھی آج تک کسی محدث نے کلام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے بھی ان احادیث کے کسی ایک راوی پر کسی طرح کا کوئی کلام نہیں کیا سوائے اس کے کہ یہ سند ابراہیم نخعیؒ سے منقطع ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات و اشکالات کے جوابات دینے سے پہلے ابراہیم نخعیؒ (متوفی ۹۶ھ) کے بارے میں بیان کرنا نہایت ضروری ہوگا تاکہ قارئین کرام کو فقیہ العراق و جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مقام اور علمی حیثیت معلوم ہوسکے۔

فقیہ العراق و جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ

نام و نسب:

۱۔"إبراھیم بن یزید بن قیس بن الأسود بن عمرو بن ربیعۃ بن ذھل بن سعد بن مالك بن النخع النخعی الکوفی رحمہ اللہ تعالی فقیہ أھل الکوفۃ"۔(تہذیب الاسماء واللغات: ج۱، ص۱۰۴، رقم ۳۶)

۲۔"الإِمَامُ، الحَافِظُ، فَقِیْہُ العِرَاقِ، أَبُو عِمْرَانَ إِبْرَاھِیْمُ بنُ یَزِیْدَ بنِ قَیْسِ بنِ الأَسْوَدِ بنِ عَمْرِو بنِ رَبِیْعَۃَ بنِ ذُھْلِ بنِ سَعْدِ بنِ مَالِكِ بنِ النَّخَعِ، النَّخَعِيُّ، الیَمَانِيُّ، ثُمَّ الکُوْفِيُّ، أَحَدُ الأَعْلاَمِ"۔(سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۵۲۰)

اس خاندان سے تعلق رکھنے والے چند باکمال اہل علم کے نام ملاحظہ فرمائیں:

۱۔علقمۃ بن قیس رحمہ اللہ

۲۔ اَسود بن یزید رحمہ اللہ

۳۔ حفص بن غیاث بن طلق رحمہ اللہ جو کوفہ کے قاضی رہے۔

۴۔ حجاج بن اَرطاۃ رحمہ اللہ جو بصرہ اور بعد ازاں خراسان کے قاضی رہے۔

۵۔ شریک بن عبد اللہ رحمہ اللہ جو واسط اور بعد ازاں کوفہ کے قاضی رہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۳۸ ہجری میں پیدا ہوئے جس زمانے میں کبار صحابہ کرامؓ بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔

"وَقَدْ دَخَلَ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ وَهُوَ صَبِيٌّ"۔ "قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ العِجْلِيُّ: لَمْ يُحَدِّثْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَدْرَكَ مِنْهُم جَمَاعَةً، وَرَأَى عَائِشَةَ"۔ "احمد بن عبد اللہ العجلیؒ فرماتے ہیں: آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہے اور متعدد کبار صحابہ کرامؓ کی زیارت سے سعادت افروز ہوئے ہیں"۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴) (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۱، ص ۱۰۴، رقم ۳۶) (سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں جلیل القدر تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (متوفی ۹۵ھ) جن کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کیا تم میں سعید بن جبیرؒ نہیں ہیں؟ (یعنی ان کے ہوتے ہوئے تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟) وہی سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَقَالَ سَعِيْدُ بنُ جُبَيْرٍ: أَتَسْتَفْتُوْنِي وَفِيْكُم إِبْرَاهِيْمُ"۔ "تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟ اور تم میں ابراہیم نخعیؒ موجود ہیں"۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴) (سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۳)

۲۔ علامہ شعبی رحمہ اللہ آپ کی وفات پر فرماتے ہیں: "ما خلف بعده مثله"۔ "آپ نے اپنے بعد کوئی اپنا مثل نہیں چھوڑا"۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴)

"روينا عن الشعبی أنه قال حين توفی النخعی: أَمَا إِنَّهُ مَا تَرَكَ أَحداً أَعْلَمَ مِنْهُ، أَوْ أَفْقَهَ مِنْهُ، قُلْتُ: وَلاَ الحَسَنَ، وَلاَ ابْنَ سِيْرِيْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلاَ مِنْ أَهْلِ البَصْرَةِ، وَلاَ مِنْ أَهْلِ الكُوْفَةِ، وَلاَ مِنْ أَهْلِ الحِجَازِ،

وَلاَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ"۔"لوگوں نے کہا کہ:"حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ بھی نہیں؟تو امام شعبیؒ نے فرمایا کہ:نہ صرف حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ بلکہ اہل بصرہ، کوفہ، حجازاور شام میں کوئی بھی نہیں"۔(تہذیب الاسماءواللغات: ج ۱، ص ۱۰۴، رقم ۳۶)(سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۷)

۳۔ابووائلؒ کے پاس جب کوئی مستفتی آتا تو اس کو ابراہیمؒ کے پاس بھیج دیتے اور اس سے کہہ دیتے۔جب وہ جواب دیں مجھے بتانا۔(طبقات ابن سعد: ج ۶، ص ۱۸۹)

۴۔آپ کے شاگرد اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"رَوَى: أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: كَانَ إِبْرَاهِيْمُ صَيْرَفِيَّ الحَدِيْثِ وكان يتوقى الشهرة ولايجلس الى الاسطوانة"۔"ابراہیم حدیث کے سنار تھے اور شہرت سے دور رہتے تھے اور گمنامی کی زندگی کو بہت پسند کرتے تھے"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴؛ العلل و معرفۃ الرجال لاحمد: ج ۱، ص ۴۲۸؛ تہذیب الاسماءواللغات: ج ۱، ص ۱۰۵، رقم ۳۶)(سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۱)

۵۔ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وقال أبو زرعة: النخعی علم من أعلام أهل الإسلام"۔"نخعی اہل اسلام کی علامتوں میں سے ایک علامت ہیں"۔(تہذیب الاسماءواللغات: ج ۱، ص ۱۰۵، رقم ۳۶)

۶۔العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وَكَانَ مُفْتِيَ أَهْلِ الكُوْفَةِ هُوَ وَالشَّعْبِيُّ فِي زَمَانِهِمَا، وَكَانَ رَجُلاً صَالِحاً، فَقِيْهاً، مُتَوَقِّياً، قَلِيْلَ التَّكَلُّفِ"۔"وہ کوفہ کے مشہورِ زمانہ مفتی تھے۔نیک شخص، فقیہہ، متقی اور تکلف سے دور رہنے والے تھے"۔(تہذیب الاسماءواللغات: ج ۱، ص ۱۰۵، رقم ۳۶)(سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۱)

۷۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ابن ثمان وخمسين سنة"۔"انہوں نے ۵۸ سال کی عمر پائی"۔(تہذیب الاسماءواللغات: ج ۱، ص ۱۰۵، رقم ۳۶)

۸۔مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"قَالَ مُغِيْرَةُ: كُنَّا نَهَابُ إِبْرَاهِيْمَ هَيْبَةَ الأَمِيْرِ"۔"ہم ابراہیم سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے امیر سے ڈرا جاتا ہے"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۷۴)(سیر اعلام النبلاء: ج ۴، ص ۵۲۲)

۹۔ابراہیمؒ کی زوجہ ھنیدہ رحمہ اللہ فرماتی ہیں:"حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الحَبْحَابِ، حَدَّثَتْنِي هُنَيْدَةُ امْرَأَةُ إِبْرَاهِيْمَ: أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْماً، وَيُفْطِرُ يَوْماً"۔"ابراہیم ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن

افطار کیا کرتے تھے (یعنی ایک دن روزہ ترک کر دیا کرتے تھے)"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۷۴) (سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص ۵۲۳)

۱۰۔ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وروی ابن عون عن ابراهیم قال: کانوایکرهون اذااجتمعوا ان یخرج الرجل احسن ماعنده"۔"ابن عون ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ ناپسند کرتے تھے جب وہ جمع ہوتے تھے کہ کوئی ابراہیم سے بہتر بات کہے"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۷۴)

۱۱۔امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"وجاءمن وجوه عن ابراهیم، انه کان لایتکلم فی العلم الاان یسئل"۔"کئی وجوہ سے حضرت ابراہیم کے بارے میں آتا ہے کہ وہ علم کے بارے میں کلام نہیں کرتے تھے جب تک ان سے سوال نہ کیا جائے"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص ۷۴)

۱۲۔امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"الإِمَامُ، الحَافِظُ، فَقِيْهُ العِرَاقِ، ثُمَّ الكُوْفِيُّ، أَحَدُ الأَعْلاَمِ"۔"امام، حافظ، فقیہ العراق اور صاحب اخلاص کوفہ کے بلند پایہ علماء میں سے تھے"۔(سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص ۵۲۰)

غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور ان کا رد

اعتراض نمبر۱: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۶ پر اپنا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے ہیں اور ابراہیم بن نخعیؒ ۴۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ سند منقطع ہے"۔(نور العینین: ص ۱۶۶)

جواب نمبر۱: زبیر علی زئی صاحب کا اس سند کو منقطع کہنا باطل و مردود ہے۔ کیونکہ اصطلاحات حدیث کے مطابق اس سند پر مرسل کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا اس سند پر منقطع کا حکم لگانا زبیر علی زئی صاحب کی علمی بددیانتی و خیانت ہے۔

لغت کے لحاظ سے المنقطع کی تعریف

لغت کے لحاظ سے المنقطع، انقطع، ینقطع، انقطاعاً سے اسم فاعل ہے۔ انقطاع اتصال کی ضد ہے یعنی کٹ کر الگ ہو جانا۔

اصطلاح کے لحاظ سے المنقطع کی تعریف

اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو اور یہ انقطاع خواہ کسی بھی وجہ سے ہو۔

المنقطع کی تعریف کی توضیح

کوئی سند کسی جگہ سے بھی منقطع ہو جائے خواہ یہ انقطاع شروع سند سے ہو، درمیان سے ہو یا آخر سے ہو۔ اس لحاظ سے اس میں مرسل، معلق اور معضل سب داخل ہو جاتی ہیں۔ لیکن اصطلاحات حدیث کے متاخرین نے اس کی ایسی تعریف کی ہے جس پر مرسل، معلق اور معضل کی تعریفات صادق نہیں آتیں۔ علمائے متقدمین بھی اکثر اسی تعریف کو منقطع کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے امام نوویؒ فرماتے ہیں: "اس تعریف کا اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جو تابعی کو چھوڑ کر صحابی سے روایت کر دی جائے جیسا کہ مالک کی روایت ابن عمرؓ سے"۔

لغت کے لحاظ سے مرسل کی تعریف

ارسل، یرسل، ارسالاً (یعنی کھلا چھوڑ دینا) سے اسم مفعول مرسل آتا ہے، گویا کہ مرسل حدیث کے روایت کرنے والے نے اسناد کو کھلا چھوڑ دیا، اور اسے کسی معین راوی کے ساتھ مقید ہی نہیں کیا۔

اصطلاح کے لحاظ سے مرسل کی تعریف

اصطلاح حدیث میں مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو۔ صورت اس کی یہ ہے کہ تابعی، خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ یہ کہے کہ: "حضور ﷺ نے کہا یا آپ کے سامنے یہ ہوا" محدثین کے نزدیک مرسل کی یہی صورت ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات و اصطلاحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ منقطع اور مرسل روایت میں بہت فرق ہے اور زیر بحث روایت کی سند پر منقطع کا اطلاق نہیں بلکہ مرسل کا حکم عائد ہوتا ہے کیونکہ اس سند میں تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اوپر کا آخری راوی ساقط ہے لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کا اس سند پر مرسل کے بجائے منقطع کا حکم لگانا عام اور لاعلم مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل حدیث بیان کرنے کی وجہ

دارالخلافہ کوفہ میں پندرہ سو سے زائد صحابہ کرامؓ سکونت پذیر تھے اور سب کے سب ترکِ رفع یدین بعد الافتتاح پر عامل تھے

۱۔"قال الامام الحفاظ المحدث قتادۃ بن دعامۃ(متوفی۱۱۸ھ) نزل الکوفۃ الف وخمسون رجلاً من اصحاب النبیﷺواربعۃ وعشرون من اهل بدر"۔(الکنی والاسماء للدولابی:ج۱،ص۳۸۵،رقم۱۳۵۹)

۲۔"قال الامام الحفاظ المحدث الفقیۃ ابراهیم(متوفی۹۶ھ) قال هبط الکوفۃ ثلاثمائۃمن اصحاب الشجرۃ وسبعون من اهل بدر"۔(طبقات لابن سعد:ج۶،ص۴)

۳۔"قال الامام الحفاظ المحدث احمدالعجلی الکوفی(متوفی۲۶۱ھ) فی تاریخہ نزل الکوفۃ الف وخمسمائۃ من اصحاب النبیﷺ"۔(تاریخ الثقاب للعجلی:ص۵۱۷،باب قیمن نزل الکوفۃ وغیرها من الصحابۃ،بیروت؛فتح القدیر لابن همام:ج۱،ص۹۱؛وشرح النقایۃ لعلی القاری:ج۱،ص۲۰)

۴۔امام الحافظ ومحدث حاکم نیشاپوری الشافعیؒ(متوفی۴۰۵ھ)نے یوں لکھا:"ذکر من سکن الکوفۃ من اصحاب رسول اللهﷺ"اور یہ لکھنے کے بعد۴۹صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کئے ہیں۔(معرفت علوم الحدیث للحاکم:ص۱۹۱)

۵۔"قال الامام الحفاظ المحدث ابو الخیرمحمد السخاوی الشافعی(متوفی۹۰۲ھ) والکوفۃ ونزلهاالی ان قال وخلق من اصحابۃؓ"۔(الاعلان بالتوبیخ للسخاوی:ص۲۹۵)

۱۔"قال الامام الحافظ المحدث ابوعیسیٰ الترمذی شافعیؒ (متوفی۲۷۹ھ) وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الكُوفَةِ"۔(جامع ترمذی:باب مَاجَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ،ج۱،ص۱۸۵)

۲۔"والامام الحافظ المحدث ابوعبداللہالمزوری السمرقندی الشافعیؒ (متوفی۲۹۴ھ) فی کتابہ فی رفع الیدین من الکتاب الکبیرلایعلم مصراً من الامصارینسب الی اهل العلم قدیما(ای الصحابۃ التابعین وغیرهما) ترکوابا جماعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوۃ الا اهل الکوفۃ۔۔۔ وفی مقام آخر فکلهم لایرفع الافی الاحرام"۔(التمهید لابن عبدالبر:ج۴،ص۱۸۷؛والاستذکار لابن عبدالبر:ج۱،ص۴۰۸)

۳۔"قدروی الامام الحافظ المحدث ابوبکربن ابی شیبۃؒ ھوشیخ البخاری و مسلم الکوفی (متوفی۲۳۵ھ) قال حدثنا وکیع ابو اسامہ عن شعبۃعن ابی اسحاق(ھو عمروبن عبداللہالبیھقی الکوفی(متوفی ۱۲۹) قال کان اصحاب عبداللہ ابن مسعودواصحاب علی لایرفعون ایدیھم الافی افتتاح الصلوۃ۔ قال وکیع ثم لایعودون"۔(**المصنف ابن ابی شیبہ: ج۱، ص۲۶۷، قال ابوشعیب: اسناد صحیح علی شرط البخاری و مسلم**)

۴۔ **مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے:** "قول ابی حنیفۃ ووافقہ فی عدم الرفع الامرۃ الثوری والحسن بن حیی وسائرفقھا ء الکوفۃ قدیما وحدیثاوھو قول ابن مسعود واصحابہ۔۔۔الخ"۔ **"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے کہ رفع یدین صرف ایک بار کرنا چاہیئے۔ اور امام سفیان ثوری، حسن بن حییٰ اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہائے کوفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کا بھی یہی مؤقف ہے"۔(التعلیق المجد علی موطأ محمد: ج۱، ص۳۸۴)**

۵۔"وقال أبو عبد الله محمد بن نصر المَرْوزي: لا نعلم مصراً من الأمصار تركوا بإجماعهم رفعَ اليدين عند الخفض والرفع إلا أهل الكوفة"۔ **"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محمد بن نصر مرزوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا شہر نہیں جانتے کہ جس کے سب باشندوں نے جھکتے اور اٹھتے وقت رفع یدین چھوڑ دی ہو، سوائے اہل کوفہ کے"۔ (التعلیق المجد علی موطأ محمد: ج۱، ص۳۸۴)**

مندرجہ بالا تحقیق اور ائمہ محدثین کے اقول سے پتہ چلا کہ صرف کوفہ شہر میں پندرہ سو(۱۵۰۰) سے زائد صحابہ کرامؓ سکونت پذیر تھے، جن میں سے ستر (۷۰) بدری اور تین سو(۳۰۰) بیعت رضوان والے صحابہ کرامؓ تھے۔ امام سخاویؒ تو فرماتے ہیں کہ ان سے بھی زیادہ صحابہ کرامؓ کوفہ میں موجود تھے۔ امام ترمذیؒ اور امام ابوعبداللہ المزوریؒ تو فرماتے ہیں کہ (بے شمار صحابہ کرامؓ) جو کہ پہلے سے کوفہ میں آباد تھے ترکِ رفع الیدین عندالرکوع والسجود کے قائل تھے۔ یعنی کوفہ شہر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد والے رفع یدین کرتا تھا۔ تمام اہل علم صحابہؓ وتابعینؒ سب کے سب ترکِ رفع یدین کے قائل تھے۔ ان تمام اشخاص کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا اور اس منسوخیت کی سب سے بڑی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے

جلیل القدر اور فقیہہ صحابہ کی بیان کردہ احادیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سمیت پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کرامؓ کا اپنا عمل تھا جو ترکِ رفع الیدین عندالرکوع والسجود کے قائل تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مرسل بیان کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ۱۵۰۰ پندرہ سو سے زائد صحابہ کرامؓ کا ترکِ رفع سے نماز پڑھنے کے عمل پر تمام اہل کوفہ مطلع تھا اور کوفہ کا ہر شخص اس بات کو جانتا تھا اور دوسروں تک پہنچاتا تھا۔ لہٰذا یہ خبر خبرِ واحد نہ تھی جسے حضرت ابراہیم نخعیؒ کسی مخصوص راوی سے بیان کرتے بلکہ تمام اہل کوفہ اس خبر کے برحق ہونے کا گواہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کسی مخصوص راوی کے بجائے بنا کوئی نام لیئے بڑے وثوق سے یہ احادیث بیان کیں۔

اس کی مثال کچھ اس طرح بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس پر پوری دنیا مطلع ہے کہ امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ اب اگر کوئی سچا شخص امریکہ کے افغانستان پر حملہ کرنے سے ۵ پانچ سال بعد پیدا ہوا ہو اور لوگوں میں بلا واسطہ (بغیر کسی شخص کا حوالہ دیئے) اس حملے کے بارے میں بیان کرے تو کیا اس کی بات جھوٹ سمجھ کر رد کر دی جائے گی؟ ہرگز نہیں! کیونکہ امریکہ کا افغانستان پر حملہ کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے جس پر اس وقت پوری دنیا مطلع ہوئی اور آج بھی لاکھوں لوگ موجود ہیں جو اس خبر کے عینی شاہد ہیں اور آج بھی افغانستان میں امریکی افواج موجود ہیں لہٰذا ایسی خبر بیان کرنے کے لیے کسی واسطے کا حوالہ دینا بالکل بھی ضروری نہیں۔

بالکل اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترکِ رفع سے نماز ادا کرنا حضرت ابراہیم نخعیؒ کے لئے ایک تاریخی حقیقت تھی کیونکہ ۱۵۰۰ پندرہ سو سے زائد صحابہ کرامؓ کا ترکِ رفع سے نماز ادا کرنے پر حضرت ابراہیم سمیت تمام اہل کوفہ مطلع تھے اور کوفہ کا تقریباً ہر شخص اس خبر کا عینی شاہد تھا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم نخعیؒ کا کسی مخصوص راوی کا نام لے کر حدیث بیان کرنا ضروری نہ تھا کیونکہ تمام اہل کوفہ اس خبر کے برحق ہونے کا گواہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کسی مخصوص راوی کے بجائے بنا کوئی نام لیئے بڑے وثوق سے یہ احادیث بیان کیں۔

مرسل حدیث سے احتجاج اور رد میں علماءِ دین کے مختلف مذاہب اور اقوال

"فأما القابلون له المحتجون به فهم مالك وأبو حنيفة وجمهور أصحابهما وأكثر المعتزلة وهو أحد الروايتين عن أحمد بن حنبل رحمه الله وهؤلاء لهم في قبوله أقوال"۔

"وثانيها: قبول مراسيل التابعين واتباعهم مطلقا إلا أن يكون المرسل عرف بلإرسال عن غير الثقات فإنه لا يقبل مرسله وأما بعد العصر الثالث فإن كان المرسل من أئمة النقل قبل مرسله وإلا فلا وهو قول عيسى بن إبان واختيار أبي بكر الرازي والبزدوي وأكثر المتأخرين من الحنفية وقال القاضي عبد الوهاب المالكي هذا هو الظاهر من المذهب عندي"۔

"وثالثها: اختصاص القبول بالتابعين فيما أرسلوه على اختلاف طبقاتهم وهذا هو الذي يقول به مالك وجمهور أصحابه وأحمد بن حنبل وكل من يقبل المرسل من أهل الحديث ثم من ألحق بالمرسل ما سقط في أثناء إسناده رجل واحد غير الصحابي يقبله أيضا كما يقبل المرسل وهو مقتضى مذهب المالكية في احتجاجهم ببلاغات الموطأ ومنقطعاته وهو الذي أضافه أبو الفرج القاضي إلى مالك ونصره ورابعها: اختصاص القبول بمراسيل كبار التابعين دون صغارهم الذين تقل روايتهم عن الصحابة كما حكاه ابن عبد البر فيما تقدم"۔

"ثم اختلف هؤلاء القائلون له في طبقته فمنهم من بالغ فيه حتى قال هو أعلى من المسند وأرجح منه لأن من أسند الحديث فقد أحالك على إسناده والنظر في أحوال رواته والبحث عنهم ومن أرسل منهم حديثا مع علمه ودينه وإمامته وثقته فقد قطع لك على صحته وكفاك النظر فيه وهذا قول كثير من الحنفية وبعض المالكية فيما حكى ابن عبد البر عنهم"۔

"وقال آخرون: لا فرق بين المرسل والمسند بل هما سواء في وجوب الحجة والاستعمال وهو قول محمد بن جرير الطبري وأبي الفرج المالكي وأبي بكر الأبهري أحد أئمة المالكية أيضا وعند هؤلاء أنه متى تعارض مدلول حديثين واحدهما مرسل والآخر مسند فلا ترجيح بالإسناد على الإرسال بل بأمر آخر وهو غلو قريب من الذي قبله"۔

”وقال أكثر المالكية والمحققون من الحنفية كأبي جعفر الطحاوي وأبي بكر الرازي بتقديم المسند على المرسل عند التعارض وإن المرسل وإن كان يحتج به ويوجب العمل ولكنه دون المسند“۔

”قال ابن عبد البر وشبهوا ذلك بالشهود يكون بعضهم أفضل حالا من بعض وأقعد وأتم معرفة وإن كان الكل عدو لا جائزين الشهادة قال أنه لا يرسل إلا عن ثقة مشهور أو من هو من الصحابة رضي الله عنهم وهو الغالب وحسبك أن ابن عمر رضي الله عنهما كان يسأله عن قضايا أبيه مع طول صحبته له وملازمته إياه وابن المسيب لم يسمع منه“۔

”بقي النظر في أن ذلك هل هو مختص بابن المسيب أم يتعدى إلى من كان مثله والذي يظهر ولا بد أن من كان مثل ابن المسبي وعرف من عادته أنه لا يرسل إلا عن عدل مشهور فمراسليه يحتج بها وإن لم يعتضد كما تقدم من قول الإمام أبي نصر بن الصباغ وهذا هو اختيار المحققين كما تقدم ولا شك أن القول بقصر هذا الحكم على ابن المسيب ظاهرية محضة لا وجه له“۔

”وقد تحصل من جميع ما تقدم نقله في الحديث المرسل مذاهب متعددة أحدها رده مطلقا حتى مراسيل الصحابة وهذا قول الأستاذ أبي اسحاق“۔

”وثانيها: قبول مراسيل الصحابة ورد ما عداها مطلقا“۔

”وثالثها: قبول مراسيل كبار التابعين مطلقا ورد ما عداها“۔

”ورابعها: قبول مراسيل التابعين كلهم على اختلاف طبقاتهم دون من بعدهم“۔

”وخامسها: قبول مراسيل التابعين وأتباعهم دون من بعدهم وهذا اختيار أكثر الحنفية“۔

”وسادسها: قبول المرسل مطلقا وإن كان من أهل هذه الأعصار وهو توسع بعيد جدا غير مرض“۔

”وسابعها: إن كان المرسل عرف من عادته أنه لا يرسل إلا عن ثقة مشهور قبل وإلا فلا وهو المختار كما سنقرره إن شاء الله تعالى“۔(*جامع التحصيل فی احکام المراسیل*:الباب الثانی فی ذکر مذاهب العلماء فی قبول الحدیث المرسل والاحتجاج به أو رده،*ص*۳۳،۳۴،۴۸)

مرسل حدیث کے حجت ہونے کی تائید میں علماء دین کے مختلف مذاہب اور اقوال

۱۔ امام ابن الجوزیؒ اپنی کتاب التحقیق میں اور محدث خطیب بغدادیؒ اپنی تالیف الجامع فی اداب الراوی والسامع میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں: "رِبَمَا كَانَ الْمُرْسَلُ أَقْوَى مِنَ الْمُسْنَدِ"۔ "بسااوقات حدیث مرسل مسند سے قوی تر ہوتی ہے"۔ "وَرُبَّمَا كَانَ الْمُنْقَطِعُ أَقْوَى إِسْنَادًا وَأَكْبَرُ"۔ "بسااوقات منقطع اسناد قوی تر ہوتی ہیں"۔ (شرح نقایہ: ج۱، ص۱، ۲، طبع ہند) (الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی: ج۲، باب وَ أَمَّا الْأَحَادِيثُ الْمُرْسَلَاتُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، ص۲۸۰)

۲۔ "(وَاحْتَجَّ) الْإِمَامُ (مَالِكٌ) هُوَ ابْنُ أَنَسٍ فِي الْمَشْهُورِ عَنْهُ وَ (كَذَا) الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ (النُّعْمَانُ) بْنُ ثَابِتٍ (وَتَابِعُوهُمَا) الْمُقَلِّدُونَ لَهُمَا، وَالْمُرَادُ الْجُمْهُورُ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ، بَلْ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ، وَالْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ حَكَاهَا النَّوَوِيُّ وَابْنُ الْقَيِّمِ وَابْنُ كَثِيرٍ وَغَيْرُهُمْ۔ وَحَكَاهُ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ عَنْ كَثِيرِينَ مِنَ الْفُقَهَاءِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ"۔ "(حجت ہے) امام (مالکؒ) ابن انس سے مشہور ہے اور (ان کے ساتھ ساتھ) امام ابو حنیفہؒ (نعمان) بن ثابت (اوران کے پیروکاروں) مقلدین سے، یعنی دونوں فریقوں کے جمہور ناظرین اور جماعت محدثین سے اورامام احمدؒ کی ایک روایت سے جسے حکایت کیاہے امام نوویؒ نے، ابن القیمؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ سے۔ اور اس بات کو حکایت کیاہے شرح المہذب میں امام نوویؒ نے اکثر فقہاء سے"۔ (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث: ص۲۴۶)

۳۔ امام ابوداؤدؒ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ: "وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي رِسَالَتِهِ: وَأَمَّا الْمَرَاسِيلُ فَقَدْ كَانَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ يَحْتَجُّونَ بِهَا فِيمَا مَضَى، مِثْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكٍ، وَالْأَوْزَاعِيِّ حَتَّى جَاءَ الشَّافِعِيُّ فتكلم فِي ذَلِك، وَتَابعه علىه أَحْمد بن حَنْبَل وَغَيره"۔ "مراسیل روایات سے گذشتہ زمانوں میں اکثر علماء دلیل لیا کرتے تھے۔ مثلاً (امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ) جب امام شافعیؒ آئے تو انہوں نے اس میں کلام کیا اور اسی طرح احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے بعد والوں سے"۔ (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث: ص۲۴۶)

۴۔ "الْمَرَاسِيلُ حُجَّةٌ مُطْلَقاً، فَقَدْ نُقِلَ عَنْ مَالِكٍ، وَأَبِي حَنِيفَةَ، وَأَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ حَكَاهَا النَّوَوِيُّ، وَابْنُ الْقَيِّمِ، وَابْنُ كَثِيرٍ وَغَيْرُهُمْ۔ وَحَكَاهُ النَّوَوِيُّ أيضاً فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ عَنْ كَثِيرِينَ مِنَ الْفُقَهَاءِ أَوْ

أَكْثَرِهِمْ"۔ "مرسل مطلقاً حجت ہے۔ یہ بات منقول ہے امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ کی ایک روایت سے جسے حکایت کیا ہے امام نوویؒ نے، ابن القیمؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ سے۔ اور اس کے علاوہ حکایت کیا ہے شرح المھذب میں امام نوویؒ نے اکثر فقہاء سے"۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داوٗد: ص ۲۷)

۵۔ حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ: "وَاحْتَجَّ بالْمَرَاسِيلُ أَبُوحَنِيفَةَ وَأَصْحَابَه، وَمَالِكٍ وَأَصْحَابَه، وَكَذَا الشَّافِعِي وَأَحْمَدُ وَأَصْحَابِهَا"۔ "مرسل روایات سے دلیل پکڑتے ہیں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب، امام مالکؒ اور ان کے اصحاب، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان کے اصحاب بھی"۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داوٗد: ص ۳۹)

۶۔ حافظ ذہبیؒ نے امام اوزاعیؒ کے متعلق لکھا کہ: "قُلْتُ: يُرِيْدُ: أَنَّ الأَوْزَاعِيَّ حَدِيْثُه ضَعِيْفٌ مِنْ كَوْنِهِ يَحتَجُّ بِالمَقَاطِيْعِ، وَبِمَرَاسِيْلِ أَهْلِ الشَّامِ"۔ "وہ مقطوعات اور اہل شام کے مراسیل سے استدلال کرتے تھے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۷، ص ۱۱۴)

۷۔ حسن بصریؒ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: "اذا اجتمع اربعة من الصحابة على حديث ارسلته"۔ "جب صحابہ میں چار لوگ کسی حدیث پر جمع ہو جائیں تو اسے مرسل رکھتا ہوں"۔ (مالک حیاتہ وعصرہ وآراءہ وفقہہ، ص ۲۹۶، ابو زہرہ، قاہرہ)

۸۔ حسن بصریؒ ہی سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب میں تم سے کہوں کہ مجھ سے بیان کیا فلاں نے تو وہ حدیث ہے اور کچھ نہیں اور جب میں کہوں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میں نے اسے ۷۰ یا اس سے زیادہ لوگوں سے سنا ہے۔ (ایضاً)

۹۔ "وَقاأما الْمَرَاسِيل فقد كَانَ يحْتَج بهَا الْعلمَاء فِيمَا مضى مثل سُفْيَان الثَّوْرِيّ وَمَالك بن أنس وَالْأَوْزَاعِيّ حَتَّى جَاءَ الشَّافِعِي فَتكلم فِيهَا وَتَابعه على ذَلِك أَحْمد بن حَنْبَل وَغَيره رضوَان الله عَلَيْهِم"۔ "مراسیل روایات سے گذشتہ زمانوں میں علماء احتجاج کیا کرتے تھے۔ مثلاً (امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ) جب امام شافعیؒ آئے تو انھوں نے مرسل کی حجیّت میں کلام کیا اور اسی طرح احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے بعد والوں سے"۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داوٗد: ص ۲۵)

۱۰۔ تمام تابعین کرامؒ بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں چنانچہ علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں: ''وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: وَأَجْمَعَ التَّابِعُونَ بِأَسْرِهِمْ عَلَى قَبُولِ الْمُرْسَلِ، وَلَمْ يَأْتِ عَنْهُمْ إِنْكَارُهُ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ بَعْدَهُمْ إِلَى رَأْسِ الْمِائَتَيْنِ۔ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: كَأَنَّهُ يَعْنِي أَنَّ الشَّافِعِيَّ أَوَّلُ مَنْ رَدَّهُ''۔ ''تابعین سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے۔ تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی شخص نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا۔ امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعیؒ ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کا انکار کیا ہے''۔ (تدریب الراوی: ص۲۲۳؛ منیۃ الالمعی: ص۲۷؛ توجیہہ النظر: ص۲۴۵؛ ومقدمہ فتح الملہم: ص۳۴)

۱۱۔ ''ومذهب مالك وأبى حنيفة وأحمد وأكثر الفقهاء أنه يحتج به ومذهب الشافعى أنه اذا انضم إلى المرسل ما يعضده احتج به وذلك بأن يروى أيضا مسندا أو مرسلا من جهة أخرى أو يعمل به بعض الصحابة أو أكثر العلماء''۔ ''امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہو گا، مثلاً یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہو یا دوسرے طریق سے وہ مرسل روایت کیا گیا ہو یا بعض حضرات صحابہ کرامؓ یا اکثر علماء نے اس پر عمل کیا ہو''۔ (مقدمہ نووی بر شرح مسلم: ج۱، ص۲۹)

۱۲۔ حافظ بلقینیؒ نے فرمایا: ''ان التابعين أجمعوا بأمرہم على قبول المراسيلِ ولم يأت عنہم انكاره ولا عن أحد من الأئمة بعدہم الى رأس المئين''۔ ''تمام تابعین متفقہ طور پر مرسل روایات کو قبول کرتے تھے؛ بلکہ تابعین کے بعد بھی دوسری صدی ہجری تک ائمہ میں سے کسی کی طرف سے مراسیل قبول کرنے سے انکار ثابت نہیں''۔ (محاسن الاصطلاح وتضمین کتاب ابن صلاح: ص۱۴۱، سراج الدین بلقینی، دار الکتب)

۱۳۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مراسیل سے احتجاج اور عدم احتجاج کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''واماالمراسيل قدتنازع الناس فى قبولهاوردّهاواصحّ الاقوال ان منهاالمقبول والمردودمنهاالموقوف فمن علم من حاله انه لايرسل الاعن ثقه قبل مرسله ومن عرف انه يرسل عن الثقةوغيرالثقة كان ارساله رواية عن من لايعرف حاله فهذاموقوف وماكان من المراسيل مخالفاً لمارواه الثقات كان مردوداً واذاكان المرسل من

وجهين كل من الراويين اخذالعلم عن شيوخ أخرفهٰذا يدل علیٰ صدقہ فان مثل ذٰلک لایتصورفی العادۃ تماثل الخطأفیہ وتعمدالکذب"۔ "بہر حال مراسیل کے قبول اور رد کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ مراسیل میں مقبول ومردود اور موقوف سبھی اقسام ہیں سو جس کے حال سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہے تو اس کا مرسل قبول کیا جائے گا اور جو ثقہ اور غیر ثقہ سب سے ارسال کرتا ہے اور جس سے اس نے حدیث مرسل روایت کی ہے اس کا علم نہیں تو ایسی مرسل حدیث موقوف ہوگی اور جو مراسیل ثقات کی روایت کے خلاف ہوں تو وہ مردود ہوں گے اور جب مرسل دو طریقوں سے مروی ہو ایک مرسل الگ شیوخ سے اور دوسرا الگ سے تو یہ اس کے صدق پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عادتاً اس میں خطاء اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا"۔ (منہاج السنۃ: ج۴، ص۱۱۷)

۱۴۔ موجودہ دور کے محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (متوفی ۱۳۷۲ھ) لکھتے ہیں: "والاحتجاج بالمرسل کان سنۃ متوارثۃ جرت علیہ الامۃ فی القرون الفاضلۃ حتیٰ قال ابن جریرؒ ردالمرسل مطلقاًبدعۃ حدثت فی رأس المأتین۔ کماذکرہ الباجیؒ فی اصولہ وابن عبدالبرؒ فی التمھیدوابن رجبؒ فی شرح علل الترمذی"۔ "مرسل کے ساتھ احتجاج کرنا ایک ایسا متوارث طریق تھا جس پر قرون فاضلہ میں امت عمل پیرا رہی ہے۔ امام ابن جریرؒ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مطلقاً مرسل کو رد کرنا بدعت ہے جو دوسری صدی کے آخر میں ایجاد ہوئی جیسا کہ علامہ باجیؒ نے اپنے اصول میں اور ابن عبد البرؒ نے تمہید میں اور ابن رجبؒ نے شرح علل ترمذی میں ذکر کیا ہے"۔ (تانیب الخطیب: ص۱۵۲، طبع مصر)

۱۵۔ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اور علامہ جزائریؒ لکھتے ہیں: "واماالمراسیل فقدکان یحتج بھاالعلماءفیما مضیٰ مثل سفیان الثوریؒ ومالک بن أنسؓ والاوزاعیؒ حتیٰ جاءالشافعیؒ فتکلم فیھا"۔ "مراسیل کے ساتھ گذشتہ زمانوں میں علماء احتجاج کیا کرتے تھے۔ مثلاً (امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ) جب امام شافعیؒ آئے تو انھوں نے مرسل کی حجیّت میں کلام کیا"۔ (الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ: ص۱۰۶؛ وتوجیہ النظر: ص۲۴۵)

۱۶۔ حضرت امام شافعیؒ نے مراسیل کی بحث اپنی کتاب الرسالۃ فی اصول فقہ صفحہ نمبر ۶۳ طبع بولاق میں کی ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ بتایا گیا ہے کہ: "قال الشافعیؒ: وارسال ابن المسیب عندنا حسن"۔ "امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ابن المسیب کا ارسال حسن درجے کا ہے"۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داوٗد: ص ۳۳)

۱۷۔ "اشْتُهِرَ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ لَا يَحْتَجُّ بِالْمُرْسَلِ، إِلَّا مَرَاسِيلَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ"۔ "امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے نزدیک سعید بن المسیب کی مراسیل کے علاوہ مرسل حجت نہیں"۔ (تدریب الراوی: ص ۲۲۴)

مندرجہ بالا تفصیلی دلائل اور ائمہ کرامؒ کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرسل حدیث صحیح اور قابل استدلال ہے۔ قرون اولیٰ میں دوسری صدی کے آخر تک تابعینؒ اور آئمہؒ دین میں سے کوئی بھی مرسل حدیث سے احتجاج کا منکر نہیں تھا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی کے آخر میں آنے والے امام شافعیؒ جنہوں نے مرسل روایات کی حجیّت میں سب سے پہلے کلام کیا، ان کے نزدیک بھی سعید بن المسیب کی مرسل روایات صحیح اور قابل استدلال ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرسل روایات کے قابل حجت اور قابل استدلال ہونے کے تو امام شافعیؒ بھی قائل تھے۔ لہٰذا جب امام شافعیؒ کے نزدیک سعید بن المسیب کی مراسیل صحیح اور قابل استدلال ہو سکتی ہیں تو پھر امام ابو حنیفہؒ اور احناف کے نزدیک حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل قابل حجت اور قابل استدلال کیوں نہیں ہو سکتیں؟

الحمدللہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی قرون اولیٰ میں دوسری صدی کے آخر تک تمام صحابہؓ و تابعینؒ اور آئمہؒ دین کا اس پر اجماع تھا کہ مرسل حدیث قابل قبول اور قابل استدلال ہے۔ مرسل حدیث کے حجت ہونے یا نہ ہونے کا جھگڑا دوسری صدی کے بعد سے چلا آرہا ہے مگر دوسری صدی تک مرسل روایات کو ساری امت حجت مانتی تھی۔ لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا محض مرسل مرسل کی رٹ لگا کر اپنی جان چھڑانا آسان نہیں ہے۔ حق بات یہ ہے کہ مرسل جبکہ اس کی سند صحیح ہو اور کبار تابعی سے مروی ہو اور کسی دوسری روایت سے اس کی تائید ہوتی ہو تو وہ بالکل صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک خیر القرون میں ہونے والا اجماع تو حجت نہیں لیکن دوسری صدی کے بعد کے محدثین کا نظریہ قابل قبول ہے۔ جبکہ غیر مقلد عالم حافظ محمد صاحب گوندلویؒ لکھتے ہیں کہ: ''اور امت کی اکثریت کا لحاظ قرنِ اوّل میں لیا جائے گا''۔ (خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام: ص ۵۳۱)

بقول غیر مقلدین حضرات تقلیدِ شخصی تو چوتھی صدی کے بعد کی بدعت ہے مگر مطلقاً مرسل کو رد کرنا تو دوسری صدی کے بعد کی بدعت نکلی۔ غیر مقلدین حضرات کا عجیب وطیرہ ہے کہ ان کے نزدیک خیر القرون کے جلیل القدر تابعین اور ائمہ دین (حسن بصریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام اوزاعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ) کی بات حجت نہیں لیکن بعد کے امام شافعیؒ و دیگر محدثین کی بات حجت ہے۔

اصولی طور پر ہونا یہ چاہیئے کہ مرسل روایات کی قبولیت اور رد میں ائمہؒ دین کے بنائے ہوئے اصولوں کی پیروی کرنی ہی ہے تو پھر اس دور کے ائمہ دین کی پیروی کی جائے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہترین لوگ ہونے کی گواہی دی ہے نا کہ اس دور کے ائمہؒ دین کی پیروی کی جائے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کی گواہی قسم سے پہلے ہو گی اور قسم گواہی سے پہلے۔ اس لئے غیر مقلدین حضرات سے درخواست ہے کہ مرسل روایات کی قبولیت و رد میں اگر تقلید کرنی ہی ہے تو امام شافعیؒ اور ان کے بعد کے ائمہؒ دین کے بجائے زمانۂ خیر القرون کے جلیل القدر تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ کی کریں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات کے حجت ہونے کی تائید میں علماء دین کے اقوال

۱۔ ''عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ قَالَ: مَرَاسِيلُ إِبْرَاهِيمَ صَحِيحَةٌ إِلَّا حَدِيثَ: تَاجِرِ البحرين، وحديث القهقه، انْتَهَى۔ وَأَمَّا مَرَاسِيلُ النَّخَعِيِّ، فَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: مَرَاسِيلُ إِبْرَاهِيمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيلِ الشَّعْبِيِّ''۔ ''امام یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ: مراسیل ابراہیم صحیح ہیں سوائے تاجر البحرین اور قہقہہ والی حدیث کے۔ اور ابراہیم نخعی کی مراسیل کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ: شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسند مجھے ابراہیم کی مراسیل ہیں''۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داوٗد: ص ۴۴) (نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۵۲، رقم ۲۴۷)

۲۔ ”وَأَمَّا مَرَاسِيلُ النَّخَعِيِّ، فَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ: مَرَاسِيلُ إِبْرَاهِيمَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَرَاسِيلِ الشَّعْبِيِّ“۔ ”ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ: شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسند مجھے ابراہیم کی مراسیل ہیں“۔ (المراسیل مع اسانید للامام ابی داؤد: ص۳۶)(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: ص۲۳۱)(سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۵۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے منقول زیر بحث مرسل احادیث کی تائید میں امام یحیٰی بن معینؒ کے اقوال خاص اور مفسر ہیں کیونکہ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر خود امام یحیٰی بن معینؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اس روایت پر امام ابن معینؒ کی جرح خاص اور مفسر ہے۔ ابن معینؒ کا نقادِ حدیث میں جو مقام ہے وہ حدیث کے ابتدائی طالب علموں پر بھی پوشیدہ نہیں ہے“۔ لہٰذا جس طرح زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کے نزدیک امام ابن معینؒ کی جرح خاص اور مفسر ہے بالکل اسی طرح ان کی تائید بھی خاص اور مفسر ہونی چاہیے۔ ورنہ زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کا امام یحیٰی بن معینؒ سے صرف اپنے مطلب کی بات قبول کرنا اور اپنے مخالفت میں جانے والے اقوال کو رد اور نظر انداز کر دینا ان کی علمی بدیانتی اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

۳۔ ”وَقَالَ الْأَعْمَشُ: قُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: أَسْنِدْ لِي، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ فَهُوَ الَّذِي سَمِعْتُ، وَإِذَا قُلْتُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ“۔ ”اعمشؒ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی نے بتلایا کہ عبداللہ سے میرا ارسال کرنا وہ معینہ آدمی سے روایت ذکر کرنے سے زیادہ مضبوط ہے، یہ روایت اسی طرح کی مرسل ہے اور یہ اس متصل سے اعلیٰ ہے جو ایک معینہ آدمی سے نقل کی جائے اور عبداللہ کی طرف نسبت کی جائے“۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: ص۲۳۱)(سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۵۲۷)

۴۔ ”قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَإِنْ قَالُوا مَا ذَكَرْتُمُوهُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ غَيْرُ مُتَّصِلٍ۔ قِيلَ لَهُمْ كَانَ إِبْرَاهِيمُ، إِذَا أَرْسَلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، لَمْ يُرْسِلْهُ إِلَّا بَعْدَ صِحَّتِهِ عِنْدَهُ، وَتَوَاتُرِ الرِّوَايَةِ عَنْ عَبْدِ اللَّه، قَدْ قَالَ لَهُ الْأَعْمَشُ: إِذَا حَدَّثْتَنِي فَأَسْنِدْ۔ فَقَالَ: إِذَا قُلْت لَكَ قَالَ "عَبْدُ اللَّهِ" فَلَمْ أَقُلْ ذَلِكَ حَتَّى حَدَّثَنِيهِ جَمَاعَةٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ،

وَإِذَا قُلْت "حَدَّثَنِي فُلاَنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ" فَهُوَ الَّذِي حَدَّثَنِي"۔"امام ابو جعفر طحاویؒ فرماتے ہیں: اگر وہ کہیں کہ جو تم نے ابراہیم سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ متصل نہیں، تو ان کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ابراہیم جب عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارسال کرتے ہیں تو وہ روایت ان کے نزدیک تواتر و صحت سے پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ اعمش نے ان کو کہا مجھے روایت بیان کرتے ہوئے سند بیان کیا کرو تو انہوں (ابراہیم نخعیؒ) نے فرمایا: جب میں تم سے کہوں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو سمجھ لو کہ میں یہ بات اسی وقت کہتا ہوں جب وہ بات ایک جماعت مجھ سے بیان کرتی ہے۔ اور جب میں کہوں: "حدثنی فلان عن عبداللہ" تو مجھے فقط اسی شخص نے بیان کی ہوتی ہے"۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۶-۲۲۷؛ نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۰۵-۴۰۶، رقم ۱۷۲۴، ۱۷۳۰)

۵۔"وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: مُرْسَلَاتُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَصَحُّ الْمُرْسَلَاتِ، وَمُرْسَلَاتُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ لَا بَأْسَ بِهَا، وَلَيْسَ فِي الْمُرْسَلَاتِ أَضْعَفُ مِنْ مُرْسَلَاتِ الْحَسَنِ، وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، فَإِنَّهُمَا كَانَا يَأْخُذَانِ، عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ، وَمَرَاسِيلُ الْحَسَنِ تَقَدَّمَ الْقَوْلُ فِيهَا عَنْ أَحْمَدَ"۔"امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ: صحیح ترین مرسلات سعید بن المسیب کی ہیں اور ابراہیم نخعی کی مرسلات میں کوئی حرج نہیں ہے، اور سب سے ضعیف ترین مرسلات حسن اور عطاء کی ہیں اسلئے کہ وہ ہر کسی سے حدیث لے لیتے ہیں"۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: ص ۲۳۰)

۶۔"قال ابن عبد البر في التمهيد: مراسيل سعيد بن المسيب، ومحمد بن سيرين، وإبراهيم النخعي، عندهم صحاح۔ وقالوا: مراسيل عطاء والحسن لا يحتج بها، لأنهما يأخذان عن كل أحد۔ وكذلك مراسيل أبي العالية وأبي قلابة"۔ ابن عبد البرؒ التمہید میں فرماتے ہیں: "سعید بن المسیب، محمد ابن سیرین اور ابراہیم نخعی کی مراسیل انکے نزدیک صحیح ہیں اور فرماتے ہیں کہ عطاء اور حسن کی مراسیل حجت نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث لے لیتے ہیں اور یہی حال ابو قلابہ اور ابو عالیہ کا ہے"۔ (التمھید: ج ۱، ص ۳۰، مقدمۃ کتاب المراسیل: ۴۶)

ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات کے قابل قبول اور قابل استدلال ہونے کی تائید میں امام اعمشؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام ابو جعفر الطحاویؒ اور علامہ ابن عبد البرؒ کے اقوال کافی ہیں جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ ترک رفع الیدین کی روایات صحیح اور قابل استدلال ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ترک رفع الیدین کی احادیث کے صحیح اور قابل استدلال ہونے پر مندرجہ بالا پیش کردہ دلائل ہی کافی ہیں لیکن ہم یہاں ان ہی پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ یہ بھی ثابت کرکے دکھائیں گے کہ زیر بحث احادیث امام شافعیؒ کے اصولوں پر بھی پوری اترتی ہیں اور ان کی بیان کردہ شرائط کے مطابق بھی صحیح اور قابل استدلال ہیں۔

۱۔"ومذهب الشافعي أنه اذا انضم إلى المرسل ما يعضده احتج به، وذلك بأن يروى أيضا مسندا، أو مرسلا من جهة أخرى، أو يعمل به بعض الصحابة، أو أكثر العلماء"۔"اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہو یا دوسرے طریق سے وہ مرسل روایت کیا گیا ہو یا بعض حضرات صحابہ کرامؓ یا اکثر علماء نے اس پر عمل کیا ہو"۔(مقدمہ نووی بر شرح مسلم: ج۱، ص۲۹)

۲۔ حضرت امام شافعیؒ نے مراسیل کی بحث اپنی کتاب الرسالۃ فی اصول فقہ صفحہ نمبر ۶۳ طبع بولاق میں کی ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ بتایا گیا ہے کہ:"قال الشافعيؒ: وارسال ابن المسيب عندنا حسن"۔"امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ابن المسیب کا ارسال حسن درجے کا ہے"۔(المراسیل مع اسانید للامام ابی داؤد: ص۳۳)

۳۔"اشْتُهِرَ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ لَا يَحْتَجُّ بِالْمُرْسَلِ، إِلَّا مَرَاسِيلَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ"۔"امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے نزدیک سعید بن المسیب کی مراسیل کے علاوہ مرسل حجت نہیں"۔(تدریب الراوی: ص۲۲۴)

۴۔ جہاں تک موطا میں درج مرسل روایات اور اس کی صحت کی بات ہے، خود امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ: ”وقال شافعی: مافی الارض کتاب [فی العلم] اکثرصوابامن موطامالک“۔”زمین پر [علم کے لحاظ سے] صحیح ترین کتاب موطا مالک ہے“۔(تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص۲۰۸، ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبیؒ)

۵۔ امام زرقانیؒ لکھتے ہیں: ”ما من مرسل فی الموطا الاّ ولہ عاضد أو عواضد فالصواب اطلاق الموطا صحیح لا یستثنیٰ منہ شيء وقد صنف ابن عبد البر کتابا فی وصل ما فی الموطا من المرسل والمنقطع والمعضل قال وجمیع ما فیہ من قولہ بلغنی ومن قولہ عن الثقة عندہ مما لم یسندہ أحد وستون کلہا مسند من غیر طریق مالک الاّ أربعة“۔ ”موطا میں کوئی روایت مرسل نہیں؛ مگر اس کی تائیں کرنے والے اور معاون حدیث موجود ہے؛ لہٰذا بلا استثناء موطا پر صحیح کا اطلاق درست ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں موطا کی تمام مرسل، منقطع اور معضل روایات کی سندیں بیان کی ہیں اور فرمایا کہ موطا میں امام مالک نے جس قدر ”بلغنی“ اور ”عن الثقة“ کہہ کر روایات بیان کی ہیں اور ان کی سندیں نہیں بیان کیں وہ کل ۶۱ ہیں، جن میں سوائے چار کے تمام روایات امام مالک کے علاوہ دوسرے طرق سے مسند ہیں“۔(مصفی: ج۱، ص۷)

۶۔ امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”ثم الحسن کالصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ فی القوة“۔ ”حسن حدیث دلیل حاصل کرنے میں صحیح کی طرح ہے، اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے“۔ اور اس عبارت کی شرح امام سیوطیؒ اس طرح کرتے ہیں کہ: ”ولا بدع فی الاحتجاج بحدیث لہ طریقان لو انفرد کل منہما لم یکن حجة کما فی المرسل ، اذا ورد من وجہ آخر سندا او وافقہ مرسل آخر بشرطہ“۔ ”یعنی حدیث حسن بھی حدیث صحیح کی طرح قابل استدلال ہیں۔ اگر کسی حدیث کے دو طرق ہیں تو اس سے استدلال کرنے میں کوئی قباحت نہیں حالانکہ ہر ایک طریق قابل احتجاج نہیں، جس طرح مرسل حدیث ضعیف ہے لیکن یہ حدیث اگر کسی دوسرے طریق سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو تو وہ قابل احتجاج ہو جاتی ہے“۔(التقریب مع التدریب: ص۱۲۵)

۷۔"الشَّافِعِيُّ فِي الرِّسَالَةِ: وَزَادَ فِي الِاعْتِضَادِ أَنْ يُوَافِقَ قَوْلَ صَحَابِيٍّ، أَوْ يُفْتِيَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ بِمُقْتَضَاهُ، فَإِنْ فُقِدَ شَرْطٌ مِمَّا ذُكِرَ لَمْ يُقْبَلْ مُرْسَلُهُ"۔ "امام شافعیؒ نے اعتصاد کے لئے یہ شرط زائد بیان کی ہے کہ وہ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو یا اکثر علماء نے اس کی مقتضٰی پر فتویٰ دیا ہو"۔(تدریب الراوی: ص۱۲۵)

مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ مرسل روایات کے حجت ہونے کے تو امام شافعیؒ بھی قائل ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک سعید بن المسیب کا ارسال حسن درجے کا ہے۔ امام شافعیؒ بھی کبارِ تابعینؒ کی مراسلات کو قبول کرتے تھے، بشرطیہ کہ ان کی تائید دوسری حدیث وسند سے ہو جاتی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل روایات کی قبولیت کی چند شرائط ہیں جن کا اختصار کے ساتھ امام نوویؒ نے تذکرہ فرمایا ہے:

یعنی یہ امام شافعیؒ اور دیگر اہل علم کی رائے ہے۔ ان شرائط میں تین تو مرسل راوی کے بارے میں ہیں اور ایک حدیث مرسل کے بارے میں ہے۔

۱۔ مرسل راوی کبار تابعین میں سے ہو۔

۲۔ جس سے اس نے ارسال کیا اس کا نام لے تو اسے ثقہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳۔ جب اس کے ساتھ روایت میں دوسرے حفاظ شریک ہو جائیں تو اس سے اختلاف نہ کریں۔

۴۔ ان تین شرائط کے ساتھ ذیل کی شرائط میں سے ایک شرط بھی شامل ہو۔

۱)۔ یہ حدیث سند کے ساتھ کسی دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہو۔

۲)۔ یہی روایت کسی دوسرے طریقہ سے بطور مرسل مروی ہو اس کا ارسال ان لوگوں نے کیا ہو جنھوں نے اس کا علم ایسے لوگوں سے حاصل کیا ہو جن سے پہلے مرسل نے حاصل نہ کیا ہو۔

۳)۔ یہ حدیث کسی صحابی کے قول سے مطابقت رکھتی ہو۔

۴)۔ یا اکثر اہل علم اس کے مقتضا کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔

اگر یہ شرائط پوری ہو جائیں گی تو ان سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ مرسل اور اس کی تائید کرنے والی دوسری مرسل کا مخرج صحیح ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ دونوں صحیح ہیں اور اگر ان دونوں کے ساتھ صحیح جو ایک طریق سے مروی ہو متعارض ہو جائے اور ان کی تطبیق مشکل ہو جائے تو ہم ان دونوں کو تعدد طرق کی بنا پر صحیح پر ترجیح دیں گے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ترکِ رفع یدین کی مرسل احادیث امام شافعیؒ کی شرائط پر بھی پوری اترتی ہیں

شرط نمبر ۱: مرسل راوی کبار تابعین میں سے ہو۔

"وَقَدْ دَخَلَ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ وَهُوَ صَبِيٌّ"۔"قَالَ أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ العِجْلِيُّ: لَمْ يُحَدَّثْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَدْرَكَ مِنْهُم جَمَاعَةً، وَرَأَى عَائِشَةَ"۔"احمد بن عبد اللہ العجلیؒ فرماتے ہیں: آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہے اور متعدد کبار صحابہ کرامؓ کی زیارت سے سعادت افروز ہوئے ہیں"۔(تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۷۴)(تہذیب الاسماء واللغات: ج۱، ص۱۰۴، رقم۳۶)(سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۵۲۱)

اس بات پر تو کسی کو شک نہیں ہو گا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کبار تابعین میں سے ہیں۔ لہٰذا امام شافعیؒ کی مرسل راوی کے بارے میں بیان کردہ تین شرائط میں سے پہلی شرط پوری ہو گئی۔

شرط نمبر ۲: جس سے اس نے ارسال کیا اس کا نام لے تو اسے ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:"(أصح الأسانيد) الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله"۔"اسانید میں سب سے صحیح اسناد اعمش عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ (بن مسعود) ہے"۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:"وهذا الإسناد مما ذكر أنه أصح الأسانيد وهي ترجمة الأعمش عن إبراهيم النخعي عن علقمة عن بن مسعود"۔"یہ سند جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے تمام اسانید میں سے سب سے صحیح اسناد ہے یعنی اعمش عن ابراہیم النخعی عن علقمہ عن ابن مسعود"۔(فتح الباری: ج۹، ص۱۰۷)

"حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَلاَ أُصَلِّي بِكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ"۔"حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا"۔(جامع ترمذی:

باب مَا جَاءَ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَرْفَعْ اِلاَّ فِي اَوَّلِ مَرَّةٍ، ج۱، ص۱۸۵؛ سنن النسائی: ج۱، ص۱۵۸؛ سنن ابی داوٗد: ج۱، ص۱۱۶)

"حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُودَانِ"۔ "حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے"۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج۲، ص۶۱)

امام شافعیؒ کی مرسل راوی کے بارے میں بیان کردہ دوسری شرط کے مطابق حضرت ابراہیم نخعیؒ جلیل القدر تابعی اور ثقہ راوی ہیں اور حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ جیسے زبردست ثقہ تابعین کے شاگرد ہیں اور ترکِ رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ بھی بالکل ایسی ہی روایت بیان کرتے ہیں جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے اور ساتھ میں حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کا اپنا عمل بھی ترکِ رفع یدین ہی تھا لہٰذا دوسری شرط کے مطابق ابراہیم نخعیؒ نے جن سے ارسال کیا ہے ان کا نام لیا جائے تو یقیناً وہ نام حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کا ہی ہوگا۔ اس طرح امام شافعیؒ کی مرسل راوی کے بارے میں بیان کردہ دوسری شرط بھی پوری ہوگئی۔

شرط نمبر۳: جب اس کے ساتھ روایت میں دوسرے حفاظ شریک ہو جائیں تو اس سے اختلاف نہ کریں۔

امام شافعیؒ کی مرسل راوی کے بارے میں بیان کردہ تیسری شرط کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین پر مروی احادیث کئی حفاظ حدیث نے بیان کی ہیں اور کسی نے بھی حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ترکِ رفع یدین پر مروی زیر بحث مرسل روایات امام شافعیؒ کی بیان کردہ تیسری شرط پر بھی پوری اترتی ہیں۔

۱۔ "حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَلاَ أُصَلِّي بِكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ"۔ "حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا"۔ (جامع ترمذی: باب مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ج ۱، ص ۱۸۵؛ سنن النسائی: ج ۱، ص ۱۵۸؛ سنن ابی داوٗد: ج ۱، ص ۱۱٦)

۲۔ "حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ، لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ وَكِيعٌ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ"۔ "امام بخاریؒ کے استاذ امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ (۲۳۵ھ) حضرت ابو اسحاق السبیعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور وکیع کی روایت میں ہے کہ پھر دوبارہ رفع الیدین نہ کرتے تھے"۔ (رواہ ابن اَبی شیبۃ فی المصنف وسند صحیح علی شرط الشیخین: ج ۲، ص ٦۰) (المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۵)

۳۔ "حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا"۔ "امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے"۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ٦۰)

۴۔ "حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُودَانِ"۔ "حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسود یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے"۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ٦۱)

۵۔ "وَلَقَدْ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: مَا رَأَيْت فَقِيهًا قَطُّ يَفْعَلُهُ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي غَيْرِ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى"۔ "ابن ابی داوٗدؒ نے احمد بن یونسؒ سے انہوں نے امام ابو بکر بن عیاشؒ سے نقل کیا کہ میں نے کسی عالم فقیہ کو کبھی تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں پایا"۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۸)

۶۔ ''حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: كَانَ قَيْسٌ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا''۔ ''اسماعیل یحییٰ بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ قیس رحمۃ اللہ علیہ جب نماز میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے''۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج۲، ص۶۰)

شرط نمبر۴: (۱) یہ حدیث سند کے ساتھ کسی دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہو۔ (۲) یا یہی روایت کسی دوسرے طریقہ سے بطور مرسل مروی ہو اس کا ارسال ان لوگوں نے کیا ہو جنہوں نے اس کا علم ایسے لوگوں سے حاصل کیا ہو جن سے پہلے مرسل نے حاصل نہ کیا ہو۔ (۳) یا یہ حدیث کسی صحابی کے قول سے مطابقت رکھتی ہو۔ (۴) یا اکثر اہل علم اس کے مقتضا کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔

امام شافعیؒ کی مرسل حدیث کے بارے میں بیان کردہ چوتھی شرط میں چار (۴) مزید شرائط موجود ہیں جن میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری ہو جائے تو مرسل روایت امام شافعیؒ کے نزدیک بھی قابل قبول اور قابل احتجاج ہو جاتی ہے۔ جبکہ زیر بحث احادیث ان میں سے کسی ایک شرط پر نہیں بلکہ چاروں شرائط پر پوری اترتی ہیں۔

(۱)۔ یہ حدیث سند کے ساتھ دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ''حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَلاَ أُصَلِّي بِكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ''۔ ''حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا''۔ (جامع ترمذی: باب مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ج۱، ص۱۸۵؛ سنن النسائی: ج۱، ص۱۵۸؛ سنن ابی داوٗد: ج۱، ص۱۱۶)

۲۔ ''حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ، لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ وَكِيعٌ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ''۔ ''امام بخاریؒ کے استاذ امام ابو بکر بن ابی

شیبہؒ(۲۳۵ھ) حضرت ابواسحاق السبیعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور وکیع کی روایت میں ہے کہ پھر دوبارہ رفع الیدین نہ کرتے تھے"۔ (رواۃ ابن اَبی شیبۃ فی المصنف وسند صحیح علی شرط الشیخین: ج ۲، ص ۶۰)(المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۵)

(۲)۔ یہی روایت کسی دوسرے طریقہ سے بطور مرسل مروی ہو اس کا ارسال ان لوگوں نے کیا ہو جنہوں نے اس کا علم ایسے لوگوں سے حاصل کیا ہو جن سے پہلے مرسل نے حاصل نہ کیا ہو:

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ترکِ رفع یدین کی روایت دوسرے طریقہ سے بطور مرسل نہیں بلکہ متصل مروی ہے جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی زیر بحث مرسل روایات امام شافعیؒ کی بیان کردہ تمام شرائط پر بھی پوری اترتی ہیں۔ امام ابوجعفر الطحاویؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات کی تائید میں دوسرے طریق سے جو متصل روایت پیش کی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

"حَدَّثَنَا بِذَلِكَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ أَوْ بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، شَكَّ أَبُو جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ بِذَلِكَ۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَأَخْبَرَ أَنَّ مَا أَرْسَلَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فَمَخْرَجُهُ عِنْدَهُ أَصَحُّ مِنْ مَخْرَجِ مَا ذَكَرَهُ عَنْ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ۔ فَكَذَلِكَ هَذَا الَّذِي أَرْسَلَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ لَمْ يُرْسِلْهُ إِلَّا وَمَخْرَجُهُ عِنْدَهُ أَصَحُّ مِنْ مَخْرَجِ مَا يَرْوِيهِ عَنْ رَجُلٍ بِعَيْنِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ۔ وَمَعَ ذَلِكَ فَقَدْ رَوَيْنَاهُ مُتَّصِلًا فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ الأَسْوَدِ، وَكَذَلِكَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُ فِي سَائِرِ صَلَاتِهِ"۔ "وہب یا بشر بن عمر نے بیان کیا یہ ابوجعفر کو شک ہے انہوں نے شعبہ اور انہوں نے اعمش سے اس کو نقل کیا۔ ابوجعفر کہتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بتلایا کہ عبداللہ سے میرا ارسال کرنا وہ معینہ آدمی سے روایت ذکر کرنے سے زیادہ مضبوط ہے، یہ روایت اسی طرح کی مرسل ہے اور یہ اس متصل سے اعلیٰ ہے جو ایک معینہ آدمی سے نقل کی جائے اور عبداللہ کی طرف نسبت کی جائے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ روایت عبدالرحمٰن بن اسود کی سند سے متصل بھی منقول ہے اور حضرت عبداللہ اپنی تمام نمازوں میں اسی طرح کرتے تھے"۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۶-۲۲۷؛ نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۰۵-۴۰۶، رقم ۱۷۲۴، ۱۷۳۰)

مع ذلک سے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ان سب روایتی خوبیوں کے باوجود متصل سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے، ملاحضہ فرمائیں:

"كَمَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُس، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَص، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّلاَةِ إِلَّا فِي الِافْتِتَاحِ۔ وَقَدْ رُوِيَ مِثْلُ ذَلِكَ أَيْضًا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه، كَمَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَال: حَدَّثَنَا الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ، عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الأَسْوَدِ، قَالَ: رَأَيْت عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَة، ثُمَّ لاَ يَعُودُ، قَالَ: وَرَأَيْت إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلاَنِ ذَلِكَ"۔ "حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے کسی بھی جزء میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے ابتداءِ نماز کے۔ حاصل روایت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر افتتاح کے علاوہ نماز میں کہیں رفع الیدین نہ فرماتے تھے۔ پس ابراہیم نخعیؒ کے ارسال کی وضاحت کے بعد ابن ان کے ارسال پر اعتراض بے جا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی عدم رفع کی روایت ملاحضہ ہو۔ حضرت ابراہیم نے اسود سے نقل کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی تکبیر میں صرف ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے اور میں نے ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے مطابق صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا دارمدار حسن بن عیاش راوی پر ہے۔ اور وہ قابل اعتماد وپختہ راوی ہے۔ جیسا کہ یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے"۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۷-۲۲۸؛ نصب الرایۃ: ج۱، ص۴۰۵-۴۰۶، رقم ۱۷۲۴، ۱۷۳۰)

(۳) یہ حدیث کسی صحابی کے قول سے مطابقت رکھتی ہو:

۱۔"حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْحَنَّاطُ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى بْنِ أَبِي حَيَّةَ قَالَا: نا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْرَائِيلَ، نا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ

التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ۔ قَالَ إِسْحَاقُ: بِهِ نَأْخُذُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا"۔ "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں۔ محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں"۔ (سنن دار قطنی: ج۱، ص۵۲، رقم الحدیث ۱۱۳۳؛ سنن الکبریٰ للبیہقی: ج۲، ص۷۹)

۲۔"حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَلاَ أُصَلِّي بِكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ۔ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ۔ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالتَّابِعِينَ۔ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ"۔ "حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہمانے فرمایا: کیامیں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہمانے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس باب میں براءبن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ حسن صحیح ہے اور یہی قول ہے صحابہؓ و تابعینؒ میں اہل علم کا سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے"۔ (جامع ترمذی: باب مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ج۱، ص۱۸۵؛ سنن النسائی: ج۱، ص۱۵۸؛ سنن ابی داؤد: ج۱، ص۱۱۶)

مندرجہ بالا احادیث اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ترکِ رفع یدین کی حدیث جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے مطابقت رکھتی ہے لہٰذا امام شافعیؒ کی یہ شرط بھی پوری ہو گئی۔

(۴) یا اکثر اہل علم اس کے مقتضا کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں:

۱۔ ”حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ أَلاَ أُصَلِّي بِكُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ۔ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ۔ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالتَّابِعِينَ۔ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ“۔ ”حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس باب میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ حسن صحیح ہے اور یہی قول ہے صحابہؓ و تابعینؒ میں اہل علم کا سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے“۔ (جامع ترمذی: باب مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ إِلاَّ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، ج ۱، ص ۱۸۵؛ سنن النسائی: ج ۱، ص ۱۵۸؛ سنن ابی داؤد: ج ۱، ص ۱۱۶)

۲۔ ”حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا“۔ ”امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے“۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۱)

۳۔ ”حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُودَانِ“۔ ”حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے“۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۱)

۴۔ ”وَلَقَدْ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: مَا رَأَيْت فَقِيهًا قَطُّ يَفْعَلُهُ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي غَيْرِ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى“۔ ”ابن ابی داؤدؒ نے احمد بن یونسؒ سے انہوں نے امام

ابو بکر بن عیاشؒ سے نقل کیا کہ میں نے کسی عالم فقیہ کو کبھی تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں پایا"۔(المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۹)

۵۔"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: كَانَ قَيْسٌ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا"۔ "اسماعیل یحیٰی بن سعید سے بیان کرتے ہیں کہ قیس رحمۃ اللہ علیہ جب نماز میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے"۔(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۰)

۶۔"قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَرَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ، وَإِبْرَاهِيمَ، وَأَبَا إِسْحَاقَ، لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا حِينَ يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ"۔ "حضرت عبد الملک بن ابجرؒ فرماتے ہیں: میں نے امام شعبی، امام ابو اسحاق اور امام ابراہیم نخعی کو دیکھا یہ تینوں صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے"۔(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۱)

۷۔"حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، وَمُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الِافْتِتَاحَةِ الْأُولَى"۔ "حضرت حصین اور حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: "ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرے اس کے علاوہ پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرے"۔(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۰)

۸۔"حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، وَمُغِيرَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ، ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ"۔ "حضرت حصین اور حضرت مغیرہ فرماتے ہیں: "ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا نمازی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرے اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرے"۔(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۰)

۹۔"حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ، وَإِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِلَّا فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ"۔ "ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔(ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج ۲، ص ۶۰)

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کا بیان اور جلیل القدر تابعین وائمہ دین کے اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اکثر اہل علم حضرت ابراہیم نخعیؒ کی ترکِ رفع یدین کی ان روایات کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور خود بھی ترکِ رفع الیدین سے ہی نماز ادا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا تفصیلی دلائل اور تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ترک رفع الیدین کی تمام مرسل روایات امام شافعیؒ و دیگر محدثین کی شرائط کے عین مطابق ہیں اور ان کے بنائے ہوئے تمام اصول و قوائد پر پوری اترتی ہیں۔ لہٰذا ترکِ رفع الیدین کی تمام زیر بحث روایات بالکل صحیح اور قابل استدلال ہیں۔

اعتراض نمبر ۲: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۶ پر حضرت ابراہیم نخعیؒ سے منقول ترک رفع یدین کی احادیث پر مزید اشکالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوفی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور تینوں ضعیف الحافظ ہوں۔

پتہ نہیں سلسلہ اسناد عبد اللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔

ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں"۔ (نور العینین: ص۱۶۶)

جواب نمبر ۲: زبیر علی زئی صاحب کے تمام اشکالات صرف ممکنات کے سمندر میں غوطے لگاتے نظر آتے ہیں جن میں دلیل نام کی کوئی چیز موجود نہیں لیکن ہم یہاں ان کو تسلی بخش جوابات دیں گے تاکہ قارئین مکمل طور پر مطمئن ہو سکیں۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مرسل صحابی تمام محدثین کے نزدیک صحیح ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "واما مرسل الصحابی وھو روایۃ مالم یدرکہ اویحضرہ کقول عائشۃ رضی اللہ عنہا اول مابدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فمذہب الشافعی والجماہیر انہ یحتج بہ وقال الاستاذ الامام ابواسحاق الاسفراینی الشافعی انہ لایحتج بہ الاان یقول انہ لایروی الاعن صحابی والصواب الاول"۔ "اور رہا معاملہ مرسلاتِ صحابہ کا اور وہ ایسی روایات ہیں جن کا زمانہ اس راوی نے نہ پایا ہو یا زمانہ پایا ہو مگر اس مجلس میں اس نے حاضری نہ پائی ہو تو امام شافعیؒ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کی مرسل

روایات سے حجت پکڑی جاسکتی ہے؛البتہ امام ابواسحاق اسفرائنیؒ کہتے ہیں اس قسم کی روایات سے استناد صحیح نہیں،ہاں اگر وہ کہے کہ وہ صحابی، صحابی کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں لیتاتو پھر اسے اُن کے ہاں بھی قبول کیاجاسکے گا اور صحیح بات پہلی ہے (کہ مرسلاتِ صحابہ مطلقاًلائقِ قبول ہیں)"۔(مقدمہ صحیح مسلم للنووی:ص۱۷، طبع ہند)

امام نوویؒ مزید فرماتے ہیں:"ھذا الحدیث من مراسیل الصحابۃ وہو حجۃ عندالجماھیر"۔"یہ حدیث صحابہؓ کی مرسل روایات میں سے ہے اور وہ جمہور علماءِ اسلام کے نزدیک حجت ہے"۔(شرح مسلم للنووی:ج۲،ص۲۸۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک بحث میں لکھتے ہیں:"ویستفاد من الحکم بصحۃ ماکان ذلک سبیلہ صحۃ الاحتجاج بمراسیل الصحابۃ"۔"اس طرح کی باتوں پر صحیح کاحکم لگانے سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ صحابہ کی مرسل روایات سے حجت پکڑنا قانونی طور پر صحیح ہے"۔ (فتح الباری:باب قول المحدث حدثنا وأخبرنا وأنبأنا، ج۱،ص۱۴۴،شاملہ،الناشر: دارالمعرفۃ،بیروت،۱۳۷۹ھ)

خطیب بغدادی(۴۶۳ھ)ایک جگہ لکھتے ہیں:"ان عدالۃ الصحابۃ ثابتۃ معلومۃ بتعدیل اللہ لھم.... فلایحتاج احدمنہم مع تعدیل اللہ لہم المطلع علی بواطنہم الی تعدیل احد من الخلق لہ"۔"صحابہ کی عدالت اللہ کی تعدیل سے معلوم اور ثابت ہے؛سو صحابہ میں سے کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ کسی کی تعدیل کامحتاج نہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی تعدیل حاصل ہے جوان کے بواطن امور پر پوری طرح مطلع ہے اور انہیں عادل قرار دے رہاہے"۔(الکفایہ فی علوم الروایہ:ص۴۶،۴۸)

مشہور محقق عالم مولاناعبدالعزیز الفرہاروی اپنی کتاب کوثر النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں فرماتے ہیں:"اذا روی الصحابی مالم یشاھدہ فحدیثہ یسمی مرسل الصحابی کروایۃ احداث الصحابۃ کالسبطین وابن عباس وابن الزبیر۔ والصحیح انہ موصول اذا غالب ان الصحابی لایروی الا عن مثلہ اھ"۔"جب صحابی ایساواقعہ روایت کرے جس کامشاہدہ نہ کیاہو تو یہ روایت مرسل صحابی کہلاتی ہے، جیسے چھوٹے صحابہ مثلاً حضرات حسنین،ابن عباس اور ابن زبیر کی روایت۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ متصل ہے جب کہ یقین غالب ہو کہ صحابی ہی سے روایت کر رہاہے"۔

مولانا ظفر احمد تھانوی فرماتے ہیں:"اما الاجماع: فہو ان الصحابة والتابعین اجمعوا علی قبول المراسیل من العدل ،اما الصحابة فانہم قبلوا اخبار عبد اللہ بن عباس مع کثرۃ روایتہ وقد قیل انہ لم یسمع من رسول اللہ سوی اربعة احادیث لصغر سنہ"۔ "باقی رہا اجماع: تو صحابہ و تابعین کا عادل شخص کی مرسل کو قبول کرنے پر اجماع ہے، صحابہ کرامؓ نے ابن عباسؓ کی روایات کو بکثرت ہونے کے باوجود قبول کیا، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چھوٹی عمر کی وجہ سے براہ راست صرف چار حدیثوں کو رسول خدا سے سنا"۔

اس تفصیل سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے دور میں قبولیت روایت کا مدار اعتماد اور وثوق پر ہی رہا ہے، روایت کا متصل ہونا ضروری نہ تھا۔ لہٰذا جس طرح صحابہ کی عدالت معلوم اور ثابت ہونے کی بنیاد پر ان کی مرسلات قابل حجت ہیں بالکل اسی طرح کبار ثقہ تابعین کی عدالت و توثیق ثابت ہونے کی بنیاد پر ان کی مرسلات بھی قابل حجت و قابل استدلال ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب نے اپنے اشکالات میں جن ممکنات کا ذکر کیا ہے اگر ان کی بات کو حق مان لیا جائے تو پھر صحابہ کرامؓ کی مرسل روایات کو بھی ضعیف قرار دینا پڑے گا کیونکہ ممکن ہے کہ صحابیؓ نے حدیث کسی تابعی سے سنی ہو اور دو تین لوگ جمع ہو کر صحابیؓ کو حدیث سنائیں اور تینوں ضعیف الحافظ ہوں۔ پتہ نہیں سلسلہ اسناد رسول اللہ ﷺ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ اور ممکن ہے صحابیؓ کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔

زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین سے گزارش ہے کہ یا تو اپنے ممکنات کے علم کے مطابق تابعین کی روایات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کی مرسل روایات کو بھی ضعیف تسلیم کرتے ہوئے ائمہ حدیث کی مکمل مخالفت فرمائیں یا پھر اپنے ممکنات کے علم کو اپنے تک محدود رکھتے ہوئے ہمیں اس علم سے دور ہی رکھیں اور عام عوام کو گمراہ کرنے سے بعض آجائیں۔

اعتراض نمبر۳: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر۱۶۷ پر امام ذہبیؒ اور امام شافعیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ: ''ابراہیم نخعیؒ اگر علیؓ اور عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کریں تو قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے''۔(نورالعینین:ص۱۶۷)

جواب نمبر۲: زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین صبح شام لوگوں کو تقلید چھوڑنے اور دلیل پیش کرنے کا درس دیتے رہتے ہیں لیکن جب ان سے اپنے مؤقف کی دلیل طلب کی جائے تو دلیل بھول کر فوراً تقلید کرنے لگ جاتے ہیں۔ زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین سے گزارش ہے کہ امام ذہبیؒ اورامام شافعیؒ کی بلا دلیل بات پیش کرنے کے بجائے قرآن وحدیث یا صحابہ کرامؓ کے اقوال سے دلیل پیش کریں یا پھر اپنے مؤقف سے رجوع فرمائیں۔ کیونکہ ثقہ (قابل بھروسہ) تابعین کی خبر کے برحق ہونے کی دلیل ہمیں حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ملتی ہے۔

''فقد روى بن سعد بِإِسْنَاد صَحِيح عَن بن عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا حَدَّثَنَا ثِقَةٌ عَنْ عَلِيٍّ بِفُتْيَا لم نتجاوزها سابعا حَدِيث سعد''۔ ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی ثقہ (قابل بھروسہ) آدمی ہم سے حضرت علیؓ کا فتوی بیان کرے تو ہم اس سے ذرا بھی پس و پیش نہیں کریں گے''۔(فتح الباری لابن حجر العسقلانی: جلد نمبر۷، صفحہ نمبر۱۷، صحیح)

حضرت ابن عباسؓ کا قول اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے ہم تک جو خبر پہنچائی وہ ۱۰۰ فیصد درست اور قابل اعتماد ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نخعیؒ ایک جلیل القدر تابعی اور نہایت ثقہ راوی ہیں اور ثقہ (قابل اعتماد) شخص کی گواہی جب صحابہ کرامؓ قبول کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے تھے تو پھر امام ذہبیؒ اور امام شافعیؒ کے قول کی کیا حیثیت کہ ہم صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر ان کے اقوال کی پیروی کریں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال سے استدلال کرنے میں احناف اکیلے نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے محدثین نے بھی حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال کو دلیل کے طور پر اپنی صحیحین میں رقم کیا ہے جن میں قابل ذکر نام امام بخاریؒ کا ہے۔ امام بخاریؒ کا مذہب ہے کہ جنابت کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ اپنے اس مؤقف کی دلیل میں امام

بخاریؒ اپنی صحیح میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے قول سے آغاز کرتے ہیں جسے بلاسند ہونے کے باعث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تعلیقات بخاری میں رقم کیا ہے۔

"وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لاَ بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الآيَةَ"۔ "ابراہیم نے کہا کہ آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں"۔ (صحیح البخاری: ج۱، کتاب الحیض، باب تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلاَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ)

حالانکہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ مذہب نہیں ہے جو امام بخاریؒ نے ان سے بلاسند نقل کیا ہے امام بخاریؒ کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے باسند صحیح مذہب مصنف ابن ابی شیبہ میں اس طرح نقل کیا ہے:

"حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: تَقْرَأُ مِمَّا دُونَ الْآيَةِ، وَلَا تَقْرَأُ آيَةً تَامَّةً"۔ "حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی پوری آیت نہیں پڑھی جاسکتی البتہ آیت سے کم پڑھی جاسکتی ہے"۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف: ج۱، مَنْ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ أَنْ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ، ص۱۷۶)

جب امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث حضرت ابراہیم نخعیؒ کے قول سے دلیل پکڑتے ہوئے بلاسند اپنی صحیح میں رقم کرسکتے ہیں تو پھر احناف پر کس بات کی پابندی ہے کہ وہ ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات سے استدلال نہیں کرسکتے جبکہ ان کی مرسل روایات کے قابل حجت ہونے کی تائید امام اعمشؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام ابو جعفر الطحاویؒ اور علامہ ابن عبدالبرؒ جیسے جلیل القدر محدثین نے کررکھی ہے۔

مندرجہ بالا تحقیقی دلائل سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات قابل حجت اور قابل استدلال ہیں اور زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کے تمام دلائل و اشکالات کھوکھلے اور بے بنیاد ہیں لہٰذا ثابت ہوگیا کہ احناف کا ترکِ رفع یدین کا دعویٰ بالکل درست اور صحیح سند سے ثابت ہے۔

وَرَوَى: جَرِيْرٌ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بنِ أَبِي خَالِدٍ، قَالَ: كَانَ الشَّعْبِيُّ، وَإِبْرَاهِيْمُ، وَأَبُو الضُّحَى يَجْتَمِعُوْنَ فِي المَسْجِدِ يَتَذَاكَرُوْنَ الحَدِيْثَ، فَإِذَا جَاءهُم شَيْءٌ لَيْسَ فِيْهِ عِنْدَهُم رِوَايَةٌ، رَمَوْا إِبْرَاهِيْمَ بِأَبْصَارِهِم

قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَصَفْتُ إِبْرَاهِيْمَ لابْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: لَعَلَّهُ ذَاكَ الفَتَى الأَعْوَرُ الَّذِي كَانَ يُجَالِسُنَا عِنْدَ عَلْقَمَةَ، كَانَ فِي القَوْمِ وَكَأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِم

شُعْبَةُ: عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: مَا كَتَبْتُ شَيْئاً قَطُّ

وَقَالَ طَلْحَةُ بنُ مُصَرِّفٍ: مَا بِالكُوْفَةِ أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ، وَخَيْثَمَةَ

قَالَ فُضَيْلٌ الفُقَيْمِيُّ: قَالَ لِي إِبْرَاهِيْمُ: مَا كَتَبَ إِنْسَانٌ كِتَاباً إِلاَّ اتَّكَلَ عَلَيْهِ

وَقَالَ مُغِيْرَةُ: كَرِهَ إِبْرَاهِيْمُ أَنْ يَسْتَنِدَ إِلَى سَارِيَةٍ

قَالَ الحَاكِمُ: كَانَ إِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ يَحُجُّ مَعَ عَمِّهِ وَخَالِهِ؛ عَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدِ، وَكَانَ يُبْغِضُ المُرْجِئَةَ، وَيَقُوْلُ: لأَنَا عَلَى هَذِهِ الأُمَّةِ مِنَ المُرْجِئَةِ، أَخْوَفُ عَلَيْهِم مِنْ عِدَّتِهِم مِنَ الأَزَارِقَةِ

تُوُفِّيَ: وَلَهُ تِسْعَةٌ وَأَرْبَعُوْنَ سَنَةً.

قَالَ سَعِيْدُ بنُ صَالِحٍ الأَشَجُّ: عَنْ حَكِيْمِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ:مَا بِهَا عَرِيْفٌ إِلاَّ كَافِرٌ

عَفَّانُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ:كَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَأْتِي السُّلْطَانَ، فَيَسْأَلُهُمُ الجَوَائِزَ

وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ رَبِيْعَةَ الكِلاَبِيُّ: عَنِ العَلاَءِ بنِ زُهَيْرٍ، قَالَ:قَدِمَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَى أَبِي وَهُوَ عَلَى حُلْوَانَ، فَحَمَلَهُ عَلَى بِرْذَوْنٍ، وَكَسَاهُ أَثْوَاباً، وَأَعْطَاهُ أَلْفَ دِرْهَمٍ، فَقَبِلَهُ

وَقَالَ سَلَمَةُ بنُ كُهَيْلٍ: مَا رَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ فِي صَيْفٍ قَطُّ، إِلاَّ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ حَمْرَاءُ، وَإِزَارٌ أَصْفَرُ

وَقَالَ مُغِيْرَةُ: رَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُرْخِي عِمَامَتَهُ مِنْ وَرَائِهِ

وَقَالَ يَحْيَى القَطَّانُ: مَاتَ وَهُوَ ابْنُ نَيِّفٍ وَخَمْسِيْنَ، بَعْدَ الحَجَّاجِ بِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ أَوْ خَمْسَةٍ.

رَوَى: التِّرْمِذِيُّ، مِنْ طَرِيْقِ شُعْبَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ:قُلْتُ لإِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ: أَسْنِدْ لِي عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ.

فَقَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُم عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، فَهُوَ الَّذِي سَمِعْتُ، وَإِذَا قُلْتُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ، فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ.

رَوَى: ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ:جَهِدْنَا أَنْ نُجْلِسَ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيَّ إِلَى سَارِيَةٍ، وَأَرَدْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ، فَأَبَى، وَكَانَ يَأْتِي المَسْجِدَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ وَرَيْطَةٌ مُعَصْفَرَةٌ.قَالَ: وَكَانَ يَجْلِسُ مَعَ الشُّرَطِ.قَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: كَانَ إِبْرَاهِيْمُ ذَكِيّاً، حَافِظاً، صَاحِبَ سُنَّةٍ.قَالَ مُغِيْرَةُ: كَانَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا طَلَبَهُ إِنْسَانٌ لاَ يُحِبُّ لِقَاءهُ، خَرَجَتِ الجَارِيَةُ، فَقَالَتِ: اطْلُبُوْهُ فِي المَسْجِدِ رَوَى: قَيْسٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ:أَتَى رَجُلٌ،

فَقَالَ: إِنِّي ذَكَرْتُ رَجُلاً بِشَيْءٍ، فَبَلَغَهُ عَنِّي، فَكَيْفَ أَعْتَذِرُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: تَقُوْلُ: وَاللهِ إِنَّ اللهَ لَيَعْلَمُ مَا قُلْتُ مِنْ ذَلِكَ مِنْ شَيْءٍ.